

خالق کا شاہکار

سید قطب شہید

ترجمہ: سید حامد علی

انسان کے حواس، احساسات اور عقل و ضمیر کو جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کے بعد قرآن انسان کی موجودہ حالت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسان غافل و بے پرواہ ہے! وہ انسانی قلب کو ایک خوش گو اور عتاب سے، جس کے اندر وعید پوشیدہ ہے، جھنجھوڑتا ہے، وہ اسے خدا کا اولین احسان یاد دلاتا ہے کہ اسے خدا نے ایک کامل، معتدل اور متوازن صورت میں پیدا کیا۔ اس کا رب اس کو، کسی اور صورت میں، جسے وہ چاہتا، پیدا کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ خدائے تعالیٰ نے اسی معتدل، متوازن اور خوب صورت شکل کو اس کے لیے پسند فرمایا مگر انسان نہ اس کا شکر ادا کرتا ہے نہ اس کی قدر و منزلت پہچانتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ - الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ - فِئْتَىٰ آتَىٰ صُورَةَ مَا شَاءَ رَجَّكَ - (الانفطر ۸۲: ۶، ۷)

”اے انسان! کس شے نے تجھے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے! جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے ٹھیک ٹھاک کیا، تجھے معتدل و متناسب بنایا، اور جس صورت میں چاہا، جو ڈکر تجھے تیار کیا!“

خدا تعالیٰ نے يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ ”اے انسان“ کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔ اس طرح خدا نے انسان کو اس کی اس صفت سے یاد کیا ہے، جو اس کے وجود میں سب سے زیادہ معزز و بزرگ ہے یعنی ”انسانیت“ جس کے باعث وہ سب موجودات میں ممتاز ہے، جس کی بنا پر وہ بلند ترین مقام پر فائز ہے، جس کی صورت میں خدائے تعالیٰ کے عظیم احسان کا اس پر فیضان ہے! اور اللہ کی، اس کے لیے نکریم جلوہ لگن ہے!

اس خطاب کے بعد ایک حسین و جلیل عتاب ہے! مَا غَرَّبَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ”کس شے نے تجھے اپنے

رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے! لے انسان! تو اپنے رب کے سلسلے میں کیوں فریب خوردہ ہے؟ تیرا رب تو تیرا محافظ، نگران اور پالن ہار ہے، اس نے تجھے اپنے کرم سے نوازا اور معزز و بزرگ انسانیت سے سرفراز کیا ہے، تو اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل میں سستی برتا ہے، اور اس کی جناب میں بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے، حالانکہ وہ تیرا کریم رب ہے۔ اس نے تجھے اپنی نعمتوں سے خوب خوب نوازا ہے۔ انھی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت تیری ”انسانیت“ ہے جس کی بنا پر تو تمام مخلوقات سے ممتاز ہے اور جس کے نتیجے میں تجھے تمیز اور عقل کی نعمتیں ملی ہیں جنہیں پا کر تو خدا کے بارے میں مناسب و نامناسب، ہر طرح کی باتیں سوچتا ہے۔

پھر قرآن اس خدائی فضل کی، جسے **يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ** میں مجمل بیان فرمایا ہے۔۔۔ اور اس مجمل تعبیر میں اشارات و معانی کا ایک خزانہ پنہاں ہے۔۔۔ اور جو ”انسانیت“ کی صورت میں اسے عطا ہوا ہے، اس فضل کی کچھ تفصیل تخلیق، تسویہ اور تعدیل سے بیان فرماتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس صورت میں چاہتا، اسے پیدا کر سکتا تھا۔ دوسری صورتوں کے بجائے، انسان کے لیے اس موزوں اور بہترین صورت کو اختیار کرنا اس کے بے پایاں فضل و کرم کا نتیجہ ہے مگر انسان نہ اس کا شکر ادا کرتا اور نہ اس کی قدر و منزلت کرتا ہے، اس کے بجائے وہ فریب خوردگی و لاپرواہی کا شکار ہے:

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا عَمَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ - الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ - فِئْتِي صُورَةً مَّا شَاءَ وَرَبِّكَ -

یہ ایک ایسا خطاب ہے جو انسانی وجود کے ایک ایک ذرے کو۔۔۔ اگر اس کی انسانیت زندہ ہے۔۔۔ ہلا کر رکھ دیتا اور دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ اس کا کریم رب اس ”بزرگ عتاب“ سے اسے مخاطب کر رہا ہے، اپنے احساسات اسے یاد دلا رہا ہے، حالانکہ وہ غافل و تقصیر وار ہے اور اپنے مالک و آقا کے سلسلے میں، جس نے اسے پیدا کیا، ٹھیک ٹھاک کیا اور معتدل و متوازن بنایا، بے ادبی کا مرتکب ہے۔

انسان کی، اس حسین، معتدل و متناسب اور کامل صورت میں، جو شکل اور خصوصیات، دونوں کے لحاظ سے کامل ہے، تخلیق ایک ایسا امر ہے جو طویل غور و فکر، عمیق شکر اور فراواں ادب کا سزاوار ہے۔ اس پر غور و فکر کے نتیجے میں انسانی قلب میں ”رب کریم“ کے لیے محبت امنڈتی ہے جس نے محض اپنی عنایت و نوازش سے انسان کو یہ کامل، متوازن اور حسین و جمیل صورت عطا فرمائی۔ وہ اسے کسی اور صورت میں بھی پیدا کر سکتا تھا۔

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کی ترکیب حسین، جس کی خلقت متوازن اور جس کے جوڑ بند معتدل ہیں۔ اس کے وجود کے عجائبات بے شمار اور انسانی علم و فہم کے احاطہ سے باہر ہیں۔ گرد و پیش

میں جو مخلوقات نظر آتی ہیں، انسان ان سب سے زیادہ عجیب اور حیرت انگیز ہے! یہ حسن، یہ توازن اور یہ کمال جس طرح انسانی جسم کی ساخت میں ہے، ٹھیک اسی طرح اس کی عقل اور روح میں ہے۔ انسان کا پورا وجود حسن، توازن اور کمال کا اعلیٰ نمونہ ہے!

انسانی اعضا کی ساخت کے کمال، دقت و باریکی اور مضبوطی و استحکام کی وضاحت کے لیے پوری پوری کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ یہاں انسانی ساخت کے عجائبات کو تفصیل سے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم بعض عجائبات کی طرف صرف اشارہ کرنے پر اکتفا کریں گے۔ انسان کی جسمانی ساخت کے خاص خاص پہلو یہ ہیں:

ہڈیوں کا نظام، عضلات کا نظام، جلد کا نظام، ہضم کا نظام، خون کا نظام، سانس کا نظام، تولید و تناسل کا نظام، شریان کا نظام، پھوں کا نظام، پیشاب کا نظام، چمکنے، سونگھنے، سننے اور دیکھنے کا نظام!

ان میں سے ہر نظام اتنا حیرت انگیز ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی تمام عجیب و غریب مشینیں، جنہیں دیکھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے، اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں! لیکن انسان اپنی ذات کے ان عجائبات کو، جو بے شمار ہیں اور جو ہر شے سے زیادہ عمیق، زیادہ دقیق اور بے مثال ہیں، بھولے ہوئے ہے۔

انگلش کا، سائنس کا ایک میگزین رقم طراز ہے:

”ہاتھ فطرت کے عجائبات میں سے سب سے زیادہ حیرت ناک اور بالکل منفرد نوعیت کا عضو ہے۔ یہ بہت دشوار بلکہ ناممکن ہے کہ کوئی ایسا آلہ ایجاد کیا جاسکے جو ہاتھ کی طرح سادہ، بہت سے کاموں پر قادر اور تیزی سے کام کرنے والا ہو۔ آپ کسی کتاب کو پڑھنا چاہیں تو اسے اپنے ہاتھ سے تھامیں گے، پھر آپ کتاب کو اس پوزیشن میں رکھیں گے جو پڑھنے کے لیے موزوں ترین ہو، ہاتھ خود بخود کتاب کو اس پوزیشن میں لے آئے گا! آپ کتاب کے اوراق پلٹنا چاہیں تو ہاتھ کی انگلی ورق پر رکھیں گے اور ابے اتنا دبائیں گے کہ ورق پلٹ سکے، ورق پلٹنے پر انگلی کا دباؤ ختم ہو جائے گا۔ اسی ہاتھ سے آپ قلم پکڑتے ہیں اور ہاتھ قلم سے لکھنے کا کام لیتا ہے۔ اسی ہاتھ سے ان تمام اوزاروں کو، جو انسان کے لیے ضروری ہوتے ہیں، چمچ اور چھری سے لے کر قلم تک، استعمال میں لایا جاتا ہے۔ ہاتھ ہی کھڑکی کھولتا اور بند کرتا ہے، ہاتھ ہر وہ چیز اٹھاتا ہے جسے انسان اٹھانے کا ارادہ کرتا ہے۔ آدمی کا یہ ہاتھ ستائیس ہڈیوں اور انیس عضلات کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔

”انسانی کان کا ایک حصہ (درمیانی) تقریباً چار ہزار باریک گتھی ہوئی کمانونوں کا، جو حجم اور شکل کے اعتبار سے بہت عمدہ طور پر تیار اور مربوط کی گئی ہیں، سلسلہ ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کمائیں موسیقی کے آلات کے مشابہ ہیں، واضح طور پر انہیں اس مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہے کہ ہر طرح کی آواز اور

شور کو بجلی کے کڑکے سے لے کر درختوں کی سرسراہٹ اور آرکسٹرا میں موسیقی کے آلات سے پھوٹنے والے خوش آئند نغموں تک ہر آواز کو دماغ تک منتقل کر دیتا ہے۔

”آنکھ میں دیکھنے کے حاسہ کا مرکز روشنی کو اخذ کرنے والے تیرہ کروڑ پر دے رکھتا ہے۔ پھر آنکھوں کی حفاظت کے لیے پوٹے ہیں جو پلکوں والے ہیں یہ پوٹے دن رات آنکھوں کی حفاظت کرتے ہیں ان کی غیر ارادی حرکت گر دو غبار اور اجنبی چیزوں کو آنکھ میں پڑنے نہیں دیتی۔ پلکوں کے سائے کے باعث آنکھوں پر پڑنے والی دھوپ کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ پوٹوں کی حرکت سے آنکھوں کی حفاظت کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آنکھ خشک نہیں ہونے پاتی۔ رباوہ سیال مادہ جو آنکھ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور جسے ہم ”آنسو“ کے نام سے جانتے ہیں تو وہ آنکھ کو پاک صاف رکھنے والا سب سے طاقتور سیال ہے۔“

”چکھنے کا آلہ انسان میں زبان ہے۔ زبان بہت سے چکھنے والے خلیوں کے ذریعہ جو زبان کے غشائے مخاطی (لعاب دار پردہ) کی گھنڈیوں میں ہوتے ہیں اپنا کام کرتی ہے۔ ان گھنڈیوں کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں ان میں سے کچھ ریشہ دار ہوتی ہیں کچھ گکر متاٹاپ کی اور کچھ محدب شکل کی۔ انہیں زبان کے ننگے اور چکھنے والے پٹھوں کی شاخوں سے غذا ملتی ہے۔ کھاتے وقت چکھنے والے اعصاب متاثر ہوتے ہیں اور ان کے اثرات دماغ تک منتقل ہوتے ہیں۔ یہ نظام منہ کے ابتدائی حصہ میں ہے تا کہ جس چیز کو انسان مضر محسوس کرے اسے تھوکتا ممکن ہو سکے۔ اسی حصہ سے تخی، شیرینی، سردی، گرمی، ترشی، نمکینی اور سوزش وغیرہ کا احساس ہوتا ہے۔ زبان میں چکھنے کی نو ہزار باریک گھنڈیاں ہوتی ہیں جو ایک سے زیادہ پٹھے کے ذریعہ دماغ سے متعلق ہیں۔ یہ پٹھے کتنے ہیں ان کا کیا حجم ہے یہ الگ الگ کیسے عمل کرتے ہیں اور کیسے مل کر دماغ کو احساسات بہم پہنچاتے ہیں! (سخت حیرت انگیز ہے یہ معاملہ!)“

”اعصاب کا نظام جو جسم پر مکمل طور سے چھایا ہوا ہے، لہٰذا باریک نسیجوں سے تشکیل پاتا ہے جو جسم کے تمام اطراف سے گزرتی ہیں، پھر یہ اپنے سے بڑی نسیجوں سے جڑ جاتی ہیں اور وہ اعصاب کے مرکزی نظام سے۔ جب جسم کا کوئی حصہ متاثر ہوتا ہے، خواہ یہ تاثر فضا کے درجہ حرارت میں معمولی تبدیلی ہی کی وجہ سے ہو، تو یہ عصبی نسیجیں اس احساس کو ان مراکز تک پہنچا دیتی ہیں جو پورے جسم میں پھیلے ہوئے ہیں اور مراکز اس احساس کو دماغ تک منتقل کر دیتے ہیں تاکہ دماغ جو اقدام کرنا چاہے کر سکے۔ اعصاب کے ان اشارات و پیغامات کی ترسیل کی رفتار ایک سیکنڈ میں سو میٹر ہے۔“

”جب ہم ہضم پر اس طرح غور کرتے ہیں کہ وہ ایک کیمیائی معمل (laboratory) کا ایک عمل

ہے اور جو کھانا ہم کھاتے ہیں، وہ اس کا خام مواد ہے تو ہمیں اچانک یہ انکشاف ہوتا ہے کہ یہ ایک حیرت ناک عمل ہے جو تقریباً ہر کھائی ہوئی چیز کو ہضم کر لیتا ہے۔ بجز معدے کے!“

”ہم اس کیمیائی معمل میں انواع و اقسام کے کھانے رکھ دیتے ہیں اور اس میں اس کیمیائی معمل کا کوئی لحاظ نہیں کرتے، اور نہ اس پر غور کرتے ہیں کہ ہضم کا کیمیائی عمل کس طرح اس سے معاملہ کرے گا، مثلاً ہم گوشت کے ٹکڑے، کرم کا، گیہوں اور تلی ہوئی مچھلی کھاتے ہیں اور کچھ پانی کے ساتھ انھیں معدہ میں اتار دیتے ہیں۔“

”اس مخلوط میں سے معدہ ان چیزوں کا انتخاب کر لیتا ہے جو کار آمد اور نفع بخش ہوتی ہیں۔ وہ ہر قسم کے کھانے کی اس طرح شکست و ریخت کرتا ہے کہ وہ اپنے کیمیائی اجزاء میں تحلیل ہو جائے۔ وہ فضلات کی پرواہ نہیں کرتا۔ بقیہ کو وہ نئے پروٹین میں تبدیل کر دیتا ہے تاکہ وہ مختلف خلیات کے لیے غذا کا کام دے سکے۔ آلہ ہضم اس میں سے کیلشیم، گندھک، آیوڈین، لوہے اور دوسرے ضروری اجزاء کو چن لیتا ہے۔ وہ اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ جو ہری اور بنیادی اجزاء ضائع نہ ہونے پائیں، بارمون پیدا ہو سکیں، اور زندہ رہنے کے لیے تمام زندگی بخش ضروری مواد صحیح اور موزوں مقدار میں فراہم ہو سکے جو تمام ضروریات کی تکمیل کے لیے کافی ہو۔ اس کے علاوہ معدہ چربی اور دوسرے احتیاطی مواد کا ذخیرہ بھی کرتا ہے تاکہ کسی ہنگامی ضرورت مثلاً بھوک وغیرہ کا مقابلہ کیا جاسکے۔ اور یہ سب اس کے بغیر ہوتا رہتا ہے کہ انسان اس کی فکر کرے یا اس کے اسباب و علل معلوم کرے!“

ہم بے شمار قسم کی چیزیں اس کیمیائی معمل میں ڈالتے رہتے ہیں اور اس کا ذرا بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ہم کس قسم کی چیزیں لے رہے ہیں۔ ہمیں اعتماد ہے کہ معدہ ہمیں زندہ رکھنے کے لیے سارے کام خود بخود انجام دے گا۔

جب کھائی ہوئی چیزیں تحلیل ہو کر نئی اشیا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں تو ان تیار شدہ اشیا کو جسم کے لہریوں خلیات میں سے ہر خلیہ تک مسلسل پہنچایا جاتا رہتا ہے۔ کل روئے زمین پر انسانوں کی جتنی تعداد ہے ان سے بہت زیادہ تعداد جسم کے خلیات کی ہے۔ ہر ہر خلیہ تک ان اشیا کا مسلسل پہنچتے رہنا ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی بھی خلیہ تک اس مواد کے سوا دوسرا مواد نہ پہنچے جس کی اسے ہڈی، ناخن، گوشت، بال، آنکھ، دانت وغیرہ چیزوں میں بدل جانے کے سلسلے میں ضرورت ہے۔ اور ہر مخصوص خلیہ یہ مواد مسلسل پاتا رہتا ہے۔

معدہ ایک ایسا کیمیائی معمل ہے جو انسانی ذہن کی ایجاد کردہ کسی بھی لیبارٹری سے زیادہ مواد فراہم کرتا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ ترسیل کا ایک ایسا نظام ہے، جو حمل و نقل اور ترسیل کے کسی بھی نظام سے، جسے دنیا جانتی ہے، زیادہ عظیم ہے اور یہ سارا کام انتہائی نظم و ضبط اور منصوبہ کے ساتھ

انسان اس روح کی کنہ سے ناواقف ہے! وہ تو اس سے کم تر درجہ کی شے کو بھی نہیں جانتا! یعنی محسوسات و مدركات کے فہم و ادراک کی حقیقت کو۔۔۔ انسان زمین پر رہتے ہوئے اس روح کی بدولت آسمانی سعادت و مسرت کے انوار سے متمتع ہوتا ہے اور اس کا رابطہ ملا اعلیٰ سے قائم ہو جاتا ہے۔ یہ روح انسان کے اندر جنت کی دائمی و ابدی زندگی سے متمتع ہونے اور سعادتوں سے بھرے اس عالم میں خدائی حسن و جمال دیکھنے کی استعداد پیدا کرتی ہے۔

یہ روح انسان کے لیے اللہ کی سب سے بڑی بخشش ہے، اسی کی وجہ سے وہ ”انسان“ بنا ہے، اسی وجہ سے اللہ نے اسے **يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ لِمَ كَفَرَ بِرَبِّكَ** کہہ کر پکارا ہے۔

پھر خدائے تعالیٰ اسے عتاب کرتا ہے! شرمندہ کرنے والا عتاب! **مَا غَوَّكَ بِرَبِّكَ الْكُرْهُمُ** ”کس شے نے تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں فریب میں مبتلا کر رکھا ہے!“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ انسان کو آواز دے کر بہ نفس نفیس اس پر عتاب کرتا ہے! اور انسان کا حال کیا ہے؟ وہ تصور وار، گناہ گار، فریب خوردہ، خدائی عظمت و جلال کا قدر ناشناس، اس کے حضور میں بے ادب بنا کھڑا ہے! اللہ تعالیٰ اسے اپنی سب سے بڑی نعمت۔۔۔ انسانیت۔۔۔ یاد دلاتا ہے، پھر اس کی تقصیر، بے ادبی اور فریب خوردگی کا ذکر کرتا ہے!

یہ انسان کو پگھلا دینے والا عتاب ہے بشرطیکہ انسان اپنے وجود کے نقطہ آغاز کی حقیقت سے واقف ہو، اپنے خبر دینے والے کی حقیقت سے آگاہ ہو اور اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے کی حقیقت سے باخبر ہو۔۔۔۔۔ ہاں خدائے انسان کو پکار رہا اور اسے عتاب کر رہا ہے!

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَوَّكَ بِرَبِّكَ الْكُرْهُمُ - الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّكَ فَعَدَلَكَ - فَمَا لِي بِأَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَجَمَكَ -

”اے انسان! کس شے نے تجھے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے! جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے ٹھیک ٹھاک کیا، تجھے معتدل و متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا، جوڑ کر تجھے تیار کیا۔“۔۔۔ (فی ظلال القرآن)

ترجمان القرآن

امت کے لیے زندگی کا پیغام ہے!

اس پیغام کو پھیلانے میں اپنا حصہ ادا کیجیے!!